بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

ادارۂ معارفِ اسلامیہ کا تیسرا اجلاس

امسال ادارۂ معارف اسلامیہ لاہور کا تیسرا اجلاس ۲۶-۲۷-۲۸- دسمبر کو دہلی میں بڑے طمطراق اور دھوم دھام سے منعقد ہوا۔ جو تین روز تک ہوتا رہا۔ ہر روز صبح شام، اور شب کو تین مجلسیں ہوتی تھیں مختلف یونیورسٹیوں کے پروفیسروں اور متعدد اسلامی اداروں کے نمائندوں نے شرکت کی، اور اپنے مقالات سے سامعین کو محظوظ کیا۔ ندوۃ المصنفین کی طرف سے مولانا محمد ادریس میرٹھی نے نمائندگی کی اور "آزر" پر ایک مفید علمی مقالہ پڑھا جو برہان کی کسی قریبی اشاعت میں شائع ہوگا۔

ادارۂ معارف اسلامیہ کا یہ جلسہ جیسا کہ پروفیسر محمد اقبال آنریری سکرٹری نے بیان کیا، کئی وجوہ سے اپنے سابقہ دو اجلاسوں سے زیادہ ممتاز اور نمایاں تھا۔ پہلی خصوصیت یہ تھی کہ اگرچہ داخلہ ٹکٹ کے ساتھ تھا، تاہم حاضرین وسامعین کی تعداد ہر نشست میں بہت کافی رہی جس سے اہل دہلی کا شوقِ علم و ذوقِ ادب معلوم ہوتا ہے، دوسری خصوصیت یہ تھی کہ اکثر مقالات کے بعد سوالات وجوابات کی نوبت آئی اور سائل ومجیب دونوں نے اپنی سنجیدگیِ مذاق وشگفتگیِ طبع کا ثبوت دیا۔ تیسری خصوصیت یہ تھی کہ صدر استقبالیہ ڈاکٹر سر عبد الرحمٰن نے اپنا خطبہ اُردو میں لکھا اور پڑھا، اور صدر اجلاس ڈاکٹر سر شاہ محمد سلیمان

کا خطبہ اگرچہ انگریزی میں چھپا ہوا تھا، تاہم اجلاس کا رنگ دیکھ کر آپ نے اُس کو نہیں پڑھا، اور اُس کی بجائے اُردو میں خطبہ دیا۔

سر شاہ محمد سلیمان کا خطبۂ صدارت مختصر مگر جامع تھا، اُنہوں نے اس خطبہ میں بعض ایسی باتیں کہی ہیں جن پر ارکان ادارہ کو خصوصاً اور تمام مسلمان پروفیسروں اور علومِ اسلامیہ کے ڈاکٹروں کو عموماً سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہیے۔ آپ نے فرمایا:۔

"یہ حقیقت معلوم کرنے کے لیے ہم کو تاریخ کے زیادہ عمیق مطالعہ کی ضرورت نہیں ہے کہ مسلمانوں نے علوم وفنون کے مختلف شعبوں میں کس قدر شاندار خدمات انجام دی ہیں، یہ امر مسلم ہے کہ صدیوں تک دنیا نے علم کی روشنی اور برکت مسلمانوں کے قدموں سے حاصل کی۔ قرطبہ، غرناطہ اور بغداد کی عظیم الشان یونیورسٹیوں میں مذہب وملت کے امتیاز کے بغیر دنیا کے ہر گوشہ کے طلبہ کا ہجوم رہتا تھا۔ ہمارے بزرگوں کی کوششوں کا ایک اثر اب بھی قاہرہ میں نظر آتا ہے۔ اگرچہ اس میں اب وہ عہد ماضی کی سی کشش اور شوکت نہیں رہی ہے۔ علوم وفنون کی مختلف شاخوں میں مسلمانوں کی وضع کردہ اصطلاحات اب بھی اُن کی عظمت گزشتہ کا پتہ دے رہی ہیں جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ انسانیت مسلمان علماء وفضلاء کے احسانات سے کس درجہ گرانبار ہے۔ اسلام بجا طور پر یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ اُس نے انسانی معرفت وعلم کے مقصد کی صحیح اور عظیم الشان خدمت انجام دی ہے، اور اس کے علماء صدیوں تک دنیا کے اُستاد رہے ہیں۔

اس کے بعد فاضل محترم نے بتایا کہ آج طرح طرح کے علوم وفنون کی گرم بازاری ہے لیکن حق یہ ہے کہ تحصیل علم سے مسلمانوں کا مقصد کچھ اور تھا، اور آج علم کے مقصد نے ایک اور نئی صورت اختیار کرلی ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے کہا:۔

"اس عہد جدید میں علم کا مقصد بڑی حد تک مادی ہے، آج سائنس اور آرٹس کی تحقیقات و اکتشافات کو محض تجارتی مقصد کے لیے ہی استعمال نہیں کیا جاتا۔ بلکہ بڑی بے تکلفی کے ساتھ ان کا استعمال غلط طور پر کیا جارہا ہے اور محققین کی کوششیں جنگ کے نئے نئے اور ہولناک آلات، اور انسانیت کی تخریب و بربادی کے سامان فراہم کرنے پر مرکوز ہیں۔

اس بناء پر یہ کہنا بالکل درست ہے کہ ہمارے زمانہ میں سائنس اور فنون کی ترقی محض انسان کی خود غرضانہ اور ہلاکت آفرین صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے لیے ہے۔ اور انسانی فہم و عقل کو اُن بُرے وسائل و ذرائع کی تحقیق و تفتیش کے لیے کام میں لایا جارہا ہے جو انسانی زندگی کے لیے حد سے زیادہ خطرناک اور مہلک ثابت ہونگے۔

اس کے برعکس تحصیل علم سے مسلمانوں کا مقصد انسانیت کی خدمت کرنا تھا بے شبہ اسلامی تخیل نہایت عمدہ شریف اور بہتر ہے۔ مسلمانوں کی نگاہ میں تعلیم کا حقیقی مقصد علم کی تلاش، اور سچائی کی جستجو تھا، اور اُن کی تمام علمی کوششیں اسی ایک مقصد کو حاصل کرنے کے لیے تھیں۔ بلکہ اسلامی تصور اس سے بھی آگے بڑھا، اور اُس نے کہا کہ علم خدا کا نور ہے وہ اُس کو ہی مل سکتا ہے جو خدا کی اطاعت کرے اور نیک اعمال بجالائے"۔

اس موقع پر آپ نے وہ شعر پڑھے جن میں امام شافعی اپنے اُستاد حضرت وکیع سے ضعف حافظہ کی شکایت کرتے ہیں، اور حضرت وکیع جواب میں فرماتے ہیں "گناہ کرنا چھوڑ دو، کیونکہ علم خدا کا ایک نور ہے جو کسی گنہگار کو نہیں دیا جاتا"۔

پھر آپ نے فرمایا:-

"اس بنا پر دینیات اور علم دونوں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ اگر کوئی شخص اسلامی تہذیب کو سمجھنا چاہتا ہے تو اُس کے لیے یہ ناممکن ہے جب تک وہ یہ تسلیم نہ کرلے کہ اسلامی تہذیب کو

مذہب کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے۔ اسلامی کلچر کا تمام تار و پود مذہبی خیالات سے ہی تیار ہوا ہے۔ اسلام کے وضع کردہ اہم اصول تین ہیں :-

(۱) توحید ربانی۔ (۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا یقین (۳) عام اخوت انسانی۔

حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطبہ دیا تھا اُس میں آپ نے فرمایا "یاد رکھو تم سب بھائی ہو۔ خدا کی نگاہ میں سب آدمی برابر ہیں۔ میں آج رنگ، قومیت اور ذات پات کے تمام امتیازات کو اپنے قدموں کے نیچے کچلتا ہوں، سب آدمی آدم کے بیٹے ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ عظیم الشان پیغام تیرہ صدیوں سے زیادہ عرصہ ہوا کہ دنیا کو سُنایا گیا تھا، اور غالباً ابھی کچھ صدیاں اور لگینگی جب اس پیغام کی حقیقت دنیا پر صحیح طور سے ظاہر ہوگی جبکہ عالمگیر اخوت انسانی کا جذبہ بیدار ہوگا اور ذات و نسب کے امتیازات مٹ جائینگے"۔

فاضل و محترم صدر جلسہ نے جو کچھ فرمایا وہ آج کوئی نئی حقیقت نہیں ہے۔ عہد حاضر کے اکثر مفکرینِ اسلام ان خیالات کا متعدد بار اظہار کرچکے ہیں۔ البتہ ان ملفوظات عالیہ کو اس بنا پر خاص اہمیت حاصل ہے کہ یہ اُس فاضل کے قلم و زبان سے ادا ہوئے ہیں جو ہندوستان کی فیڈرل کورٹ کا نامور جج ہے اور جو اپنی فلسفیانہ تحقیقات کے باعث بین الاقوامی شہرت کا مالک ہے، اور جس نے جدید تہذیب و تمدن اور جدید علوم و فنون کا نظارہ ایک اجنبی کی نگاہ سے نہیں بلکہ اندرونی محرم اسرار کی حیثیت سے کیا ہے۔

ادارہ کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ نے جو گرانقدر مشورہ دیا ہے وہ ارکان ادارہ کے لیے خاص طور پر توجہ کا مستحق ہے، آپ نے فرمایا :-

"میں سمجھتا ہوں ادارہ کے اساسی مقاصد دو ہونے چاہئیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ ادارہ کو اپنے لٹریچر میں مغربی ممالک کے جدید علمی خیالات کو منتقل کرنا چاہیے جو اُن کی ترقی اور نمایاں عروج کے ضامن

ہیں، دوسری چیز یہ ہے کہ ادارہ کو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اسلامی علوم وفنون کو مغربی زبانوں میں خصوصاً انگریزی میں منتقل کرے اور اسلامی محققین کی تحقیقات عالیہ سے واقف ہونے کا سامان یورپ کے لیے مہیا کرے۔ اس طرح ہم یورپ سے اپنے احسانات کا اعتراف کرا سکینگے، اور خود ہمارے لیے بھی شاہراہ ترقی وسیع ہو سکیگی۔ اس میں شبہ نہیں اس راہ میں دشواریاں بہت ہیں لیکن ہم کو ان سب پر غالب آنے کی کوشش کرنی چاہیے۔"

جنابِ صدر نے جو کچھ فرمایا، اُس کی اہمیت اُس وقت معلوم ہوگی جبکہ ادارہ کے کام پر ایک سرسری نظر ڈال لیجائے' ادارۂ معارف اسلامیہ کا جلسہ دو سال میں ایک مرتبہ ہوتا ہے، تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دو سال تک ادارہ کیا کرتا رہتا ہے؟ ہم کو افسوس ہے کہ اس کا جواب مایوس کُن ہے۔ پھر دو سال میں ایک مرتبہ اجلاس ہوتا بھی ہے تو کس شان سے؟ ہندوستان کی مختلف یونیورسٹیوں کے پروفیسر، اور بعض اسلامی اداروں کے نمائندے جمع ہو گئے اور اُنہوں نے اپنے مقالات پڑھ پڑھ کر سنا دیے۔ یہ مقالات زیادہ تر ایسے عنوانات پر ہوتے ہیں جن سے مسلمانوں کی کسی قسم کی اجتماعی فلاح متعلق نہیں ہوتی۔ کوئی صاحب اب سے پانچ سو برس پہلے کے کسی عربی یا فارسی شاعر پر مضمون پڑھ رہے ہیں اور کسی محقق نے کسی نادر قلمی کتاب پر، خواہ وہ کسی پایہ کی ہو، تحقیق وتفتیش کی داد دی ہے۔ پھر ادعا یہ ہے کہ یہ ادارہ اپنے لٹریچر کو تقویت دیگا، مگر ہوتا یہ ہے کہ اسلامی موضوعات پر کثرت سے انگریزی میں مقالات لکھ لکھ کر "غیروں" کے لٹریچر کو مالا مال کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ آج مسلمان اُردو، اُردو کا شور مچا رہے ہیں لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ خود ہمارے اعلیٰ پایہ پروفیسروں کا، اور پروفیسر بھی سائنس، کیمسٹری اور انگریزی کے نہیں بلکہ عربی، فارسی اور اُردو کے، حال یہ ہے کہ وضع قطع سے انگریز، اور قول وفعل دونوں کے اعتبار سے انگریز معلوم ہوتے ہیں۔ غیروں کی محفل میں نہیں خود اپنوں کی مجلس میں غیروں کے علوم وفنون سے متعلق نہیں، بلکہ خود اپنے مذہب اور اپنی تاریخ سے متعلق، بات بھی کرتے ہیں تو انگریزی میں، گویا اُردو

غریب اس قابل ہی نہیں کہ اُس میں ایک ہندوستانی دوسرے ہندوستانی کو خطاب بھی کر سکے۔ جب قوم کے اصحاب علم وفضل جن کے ہاتھ میں ہندوستان کی آئندہ نسلوں کی دماغی وذہنی ترتیب کا کام ہے۔ اُن کا اپنا حال یہ ہے کہ اپنی ہر چیز سے نفرت کرنے لگیں اور تہذیب جدید کے ہر پیتل کو سونا جان کر اُس کی طرف نگہِ حرص وآز بلند کردیں اور یہ بھی محسوس نہ کریں کہ آج مسلمان دماغی افلاس کے باعث کس قسم کے مقالات کے محتاج ہیں، تو پھر اس قوم تیرہ بخت اور اُس کی قومیت کا حشر کیا ہوگا؟ خدا ہی بہتر جانتا ہے

اس گذارش سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ اگر ادارہ کا نام ادارۂ معارف اسلامیہ ہے تو اس کو اپنے نام کے مطابق کام کرنا چاہیے، ورنہ بہتر ہے کہ اس کا نام اورنٹیل سوسائٹی یا کوئی اور رکھ دیا جائے۔ یہ وقت مسلمانوں کے لیے مادی اور روحانی دونوں اعتبار سے بہت نازک ہے۔ قوم کے ارباب علم و فکر کا فرض ہے کہ وہ اس کا احساس کریں۔ اور اپنے علم اور دماغی صلاحیتوں کو قوم کی کسی خدمت کے لیے وقف کردیں۔ ہم سمجھتے ہیں سر شاہ محمد سلیمان نے نہایت بلیغ پیرایہ میں ارکان وممبران ادارہ کو اسی حقیقت کی طرف متوجہ کرنا چاہا ہے۔ فھل من مُدَّکِر!

خوش قسمتی سے ادارہ کو ایسے اکابر ملت کی شمولیت کا شرف حاصل ہے جو علم وفضل میں نمایاں مقام کے مالک ہیں۔ اور دنیوی وجاہت وبرتری کے لحاظ سے بھی صاحبِ اثر ورسوخ ہیں۔ اس بنا پر اگر ادارہ مسلمانوں کی کوئی تعمیری خدمت انجام دینا چاہے تو کامیابی کی بہت کچھ توقع کی جا سکتی ہے ادارہ کا فرض ہے کہ وہ یونیورسٹیوں کے موجودہ نصاب وطریق تعلیم میں اصلاح کی کوشش کرے۔ ملک کی زبان میں زیادہ سے زیادہ علمی لٹریچر فراہم کرنے کی سعی کرے۔ مسلمانوں میں شوقِ مطالعہ وکتب بینی پیدا کرے، اُردو کو ترقی دینے اور اُس کو ملکی زبان بنانے کے لیے جدوجہد کرے، اور اُن کاموں میں حصہ لیے

جن سے مسلمانوں کا علمی وقار پھر از سرِ نو قائم ہو سکے۔ ورنہ ظاہر ہے دو سال تک خاموش بیٹھے رہنا اور پھر ایک جگہ جمع ہو کر دس پندرہ منٹ کا ایک غیر ضروری عنوان پر مقالہ پڑھ دینا اسلام اور مسلمانوں کی کوئی وقیع خدمت نہیں ہے۔ تاہم ہم مایوس نہیں ہیں، اور اس مرتبہ اجلاس میں جو بعض تجویزیں پاس ہوئی ہیں اُن سے توقع ہوتی ہے کہ ادارہ کسی تعمیری کام کی طرف اقدام کریگا۔ خدا کرے یہ تجویزیں جلد زاویۂ خیال سے عمل میں آسکیں۔

ادارۂ معارف اسلامیہ کی طرف سے مقالات کے ساتھ ایک علمی نمائش کا اہتمام بھی کیا گیا تھا۔ نمائش میں بعض عجیب وغریب نادر قلمی کتابیں اور قدیم زمانہ کی مختلف حکومتوں اور سلطنتوں کے سکّے اور تاریخی عمارات کے کتبے تھے،

آخر میں ہم عربک کالج اولڈ بوائز ایسوسی ایشن اور اُن کے معاونینِ کار کو مبارکباد دیتے ہیں کہ اُن کی ان تھک اور مخلصانہ کوششوں سے ادارہ کا یہ جلسہ سابقہ دو جلسوں سے زیادہ کامیاب رہا، اور وہ اپنے حُسنِ انتظام ومیزبانی سے دہلی کی روایات کو قائم رکھ سکے۔ نمائش کی کامیابی کا سہرا بڑی حد تک پروفیسر حافظ محمود شیرانی اور ہمارے دوست ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی کے سر ہے جنہوں نے اس سلسلہ میں دن رات کام کیا اور اہل دہلی کو ان نوادرِ علم وتاریخ سے متمتع ہونے کا موقع دیا۔

افسوس ہے، گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے "فہم قرآن" کی قسط رابع برہان کی اس اشاعت میں نہیں آسکی۔ آئندہ سے انشاء اللہ یہ سلسلہ بالالتزام تا اختتام جاری رہیگا۔